صریرخامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 05, Issue 02 (April-June 2026)

اکیسویں صدی کا اردو ناول اور دیہی معاشرت: آمنہ مفتی اور اختر رضا سلیمی کے حوالے سے

Rural Society in the Twenty-First-Century Urdu Novel: A Study of Amna Mufti and Akhtar Raza Saleemi

Dr. Andleeb Tahira
Lecturer, Govt. Graduate Fatima Jinnah College for Women Chunna Mandi, Lahore
Zohafatima2024@gmail.com

Dr. Asia Muhammad Ashraf
Lecturer, Govt Associate College for Women, Bilal Ganj, Lahore
neelam2815@gmail.com

Madiha Yousaf
Ph.D. Scholar, Department of Urdu, Division of Islamic and Oriental Learning, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore
madihayousaf062@gmail.com

Abstract:
This article examines the representation of rural society in the Urdu novels of Amna Mufti and Akhtar Raza Saleemi. Both novelists bring village life into Urdu fiction with artistic sensitivity, yet their treatment of rural experience differs in focus and perspective. Amna Mufti presents the harsh realities of rural Punjab, particularly the exploitation of the poor by powerful landlords, social inequality, and the ecological crisis caused by the decline of water resources and the destruction of nature. In contrast, Akhtar Raza Saleemi portrays the cultural richness, oral traditions, collective memory, and natural beauty of the Hazara region. His fiction highlights the deep emotional and historical connection between rural people and their land. The study argues that both writers have significantly enriched the twenty-first-century Urdu novel by foregrounding rural life as a meaningful social, cultural, and ecological subject.

Keywords: *Novel, Village, Life, Amna Mufti, Akhtar Raza Saleemi, Culture, Nature, Fiction, Literature, Society, Environment*

آمنہ مفتی:

ادبی حلقوں میں آمنہ مفتی بطور ڈرامہ نگار، ناول نگار، افسانہ نگار، کالم نگار اور بطور استاد جانی جاتی ہیں۔ ان کا تعلق شہر پاک پتن سے تھا۔ ان کا اصل نام "آمنہ بیگم" ہے۔ اور قلمی نام "آمنہ مفتی" ہے۔ ان کے استاد "شہرت بخاری" تھے جو ان ک تخلیقی سفر میں مشعل راہ بنے۔ آمنہ مفتی زمانہ طالب علمی میں ہی مضامین اور کہانیاں لکھا کرتی تھیں۔ لکھنے پڑھنے کا شوق آگے چل کر ان کے تخلیقی سفر میں کامیابی کی ضمانت بنا۔ نثری اصناف میں انھوں نے سب سے پہلے افسانہ لکھا اور پھر ناول۔ اب تک ان کے کئی تخلیقی کارنامے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ ناولوں میں جرات رندانہ، آخری زمانہ اور پانی مر رہا ہے وغیرہ ان کے مشہور ناول ہیں۔ ناول نگاری کے علاوہ ڈرامانگاری کے حوالے سے بہت مشہور ہیں۔ ان کے ڈراموں میں، جہیز، الوبرائے فروخت نہیں، سبز پری لال کبوتر، پریت نہ کریو کوئی، نیلم کنارے وغیرہ خاصے مشہور ہیں۔ آمنہ مفتی بہترین کالم نگار بھی ہیں۔ ان ک کالم بی بی سی اردو پر آتے ہیں۔

اپنی تخلیقات میں آمنہ مفتی نے انسانی زندگی ک مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا ہے۔ ان ک ناولوں میں دیہی زندگی ک حوالے سے بہت اہم معلومات ملتی ہیں۔ وہ دیہی زندگی کے مسائل اور یہاں کی زندگی کی خوبصورتی کو بہت باریکی سے پیش کرتی ہیں۔ ذیل میں ان کے دو ناولوں "جرات رندانہ اور پانی مر رہا ہے" کا دیہی زندگی کی معاشرت کے حوالے سے خصوصی مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

جرات رندانہ:

آمنہ مفتی کا یہ پہلا ناول ہے۔ یہ ناول اکتوبر 2007ء میں شہر لاہور سے الفصیل ناشران نے شائع کیا۔ ناول کے کل 177 صفحات ہیں اور ابواب کی تعداد 48 ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار "منیر" ایک پولیو زدہ کردار ہے۔ ایک ایسا نوجوان جو پولیو کا مریض ہونے کی وجہ سے اپنے اندر احساس کمتری محسوس کرتا ہے۔ اس کا یہ احساس اس کو زندگی میں کامیاب ہونے سے روکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے وطن اور اپنے گاؤں سے بہت محبت کرتا ہے۔ اسے جب یہ موقع ملتا ہے کہ وہ سب چھوڑ کر ملک سے باہر چلا جائے تو وہ وطن میں رہنے کو ترجیح دیتا ہے۔ آمنہ مفتی کے ناول میں منیر کا کردار دیہی زندگی کا نمائندہ ہے۔ دیہی زندگی کا قدرتی

رنگ، یہاں کے کسانوں کے مسائل سے واقفیت اسی کردار کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ آمنہ مفتی دیہی زندگی کے ماحول کی خوبصورت جھلک دیکھاتے ہوئے لکھتی ہیں:

"اوائل فروری کی خنک ہوا اس کے چہرے سے مس ہو کر گزر رہی تھی۔ مغربی افق می سورج ڈوبنے کی لالی جھلک رہی تھی۔ دور دور تک کوئی درخت نہیں تھا۔ سیدھے سپاٹ کھیت، پھوسلی مینڈھی اور تاحد نظر قالین کی طرح بچھی ہوئی گندم کے ہرے ہرے پودے جو ہر گزرتے جھونکے کا دامن تھامنے کے لیے اس کے ساتھ ساتھ بہنے لگے تھے۔" 1

آمنہ مفتی کی اس تحریر سے یہ بات سچ محسوس ہوتی ہے کہ دیہاتوں کی اصل خوبصورت اس کے صبح شام کے قدرتی مناظر میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ دن چڑھنے سے دن ڈھلنے کا تک کا خوبصورت منظر زیادہ تر دیہاتوں میں ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ آمنہ مفتی نے اپنے ناول " جرات رندانہ " میں اس کی خوبصورت تصویر کشی کی ہے۔ خالد فتح محمد آمنہ مفتی کے ناول " جرات رندانہ " کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

"جرات رندانہ " آمنہ مفتی کا پہلا ناول ہے۔ یہ ایک نیم مفلوج پولیو زدہ نوجوان کی کہانی ہے جو زندگی اور اس سے منسلک معاشرتی اقدار کو شکست دینے کے لیے سینہ سپر ہو جاتا ہے۔۔۔ اس ناول کی خوبی اس کی کہانی کا اپنے محور کے اندر رہنا ہی ہے اور کہانی میں کہیں جھول نہیں ملتا جس کے سبب ناول کا توازن قائم رہتا ہے جو ہنر وری کے علاوہ کچھ نہیں۔" 2

آمنہ مفتی کا شمار ان ناول نگاروں میں ہوتا ہے جو اپنے ناولوں میں نئے موضوعات، ہمارے اردگرد موجود حالات واقعات کی عکاسی کرتے ہیں۔ آمنہ مفتی نے اپنے ناول جرات رندانہ میں بھی دیہی زندگی ک رسوم ورواج دیہی معاشرتی و معاشی مسائل، دیہی رویے اور حالات وواقعات کو بہت باریک بینی سے پیش کیا ہے۔ ان کے ناول "جرات رندانہ " میں دیہی زندگی ک ایک اہم کردار اڑتھیا بھی شامل ہے۔ اٹرتھ یا اڑتھیا کے لفظی معنی طبعی یا مادی حصول کے ہیں۔ اسے دنیا دار کے معاملات، کاروبار اور زمین کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ دیہاتوں میں کسانوں کی فصلوں کی زمین و فروخت ک معاملات اڑتھیے کے ذریعے ہی ہوتے ہیں۔ کسانوں کو قرض دینے اور کاشت کاری کے معاملات میں معاونت کا کام اڑتھیے کے ذمے ہوتا ہے۔ اس کے اختیار میں ہوتا ہے

کہ وہ منڈی کا بھاؤ تاؤ سیٹ کرے۔ آمنہ مفتی نے ناول میں اڑتھیے کے کردار کے ذریعے دیہاتوں میں منڈی کی صورت حال اور کسانوں کی مجبوریوں کو کھول کر بیان کیا ہے۔

"منیر دیر سے بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا، کبھی ایک فون بجتا کبھی دوسرا، اڑتھیا مسکرا مسکرا کر معزرت بھرے انداز میں دیکھے جارہا تھا۔ دو فون کان سے لگائے بے سروپا جواب دیتا ہوا یہ دلال پنجاب کے زرعی کلچر میں حکومت اور نظام کی نااہلی کا ایک مسکراتا ہوا شاہکار تھا۔"3

اپنے ناول میں مصنفہ نے آڑتھیے کے کردار کو مڈل مین کا نام دیا ہے ۔ اس مڈل مین کے ہاتھوں ہونے والے غریب کسان کے استحصال اور ناانصافی کو مصنفہ نے بہت کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ناول " جرات رندانہ " کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آمنہ مفتی دیہی زندگی کے مسائل کو گہرائی سے نہ صرف سمجھتی ہیں بلکہ اپنی تحریر کا حصہ بھی بناتی ہیں۔ اپنے ناول میں لکھتی ہیں:

"یہ زمیندارانہ نظام بھی عجیب اللہ توکل اللہ پر چلنے والا نظام ہوتا ہے۔ قانع، راضی، برضا، بڑے بڑے صدمات زمیندار مزے سے سہ جاتا ہے۔ ایسا ضرف کسی اور کے پاس کہا؟ سب کچھ مٹی می ملا کر آسمان کی طرف دیکھتے رہتے۔۔۔ لاکھوں کا اناج کھڑا ہے۔ اگر کہیں سے ایک چنگاری آن گری تو بھسم۔ عجیب درویشانہ اور پر اسرار کام ہے۔ یہ زمیندار بھی اپنی ذات کے اندر ولی ہے۔"4

ایک زمیندار، کسان کاشتکاری کے دوران کن کن خدشات اور ذہنی کیفیات سے الجھتا ہے اس کا نفسیاتی مطالعہ آمنہ مفتی کے ناول "جرات رندانہ "میں پیش کیا گیا ہے۔

پانی مر رہا ہے:

"پانی مر رہا ہے" آمنہ مفتی کا یہ ناول 2018ء میں منظرِ عام پر آیا۔ الفصیل ناشران نے لاہور سے شائع کیا۔ اس ناول کے کل 42 ابواب اور 188 صفحات ہیں۔ آمنہ مفتی نے ناول "پانی پر رہا ہے" میں ستلج کنارے رہتل کو موضوع بنایا ہے۔ مگر ایک الگ ہی ڈھنگ اور انداز سے کہ معمول کی زندگی ایک الگ ہی ڈھنگ پر چلنے لگتی ہے اور وقت کی طنابیں اکھڑ کر عدم کی تاریکی میں جا گرتی ہیں۔ ناول کی کہانی کے حوالے سے غلام حسین لکھتے ہیں:

"پانی مر رہا ہے" دو انتہاؤں کے ایک دوسرے سے الگ ہونے اور ایک دوسرے میں دھنس جانے کی کہانی ہے۔ ایک طرف دیہات کی ان گھڑ اور کرختگی پہ اصرار کرتی حیات ہے تو دوسری طرف شائستگی، اجلاہٹ اور موزارٹ کی پر کیف سمفنی میں ڈھلی نرم و خوش ادا زندگی۔۔۔۔"5

آمنہ مفتی کے دیگر ناولوں کی طرح ناول "پانی مر رہا ہے" میں دیہی معاشرت کی تصویریں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ یہ تصویریں دیہی زندگی کے پہلوؤں کو بہت باریکی کے ساتھ پیش کرتی ہیں۔ ان جاندار تصویروں کے ذریعے آمنہ مفتی نے دیہی زندگی کی جدید و قدیم تہذیب اور رسوم و رواج کو اجاگر کیا ہے۔ پاکستان کے دیہاتوں میں ڈیرے بزرگوں کی زندگی کا ایک اہم حصہ ہوتے ہیں۔ ڈیرہ سرائیکی زبان کا لفظ ہے۔ ڈیرہ سے مراد گاؤں میں مردوں کے مل بیٹھنے کی جگہ ہے۔ آمنہ مفتی نے اپنے ناول "پانی مر رہا ہے" میں دیہاتوں کے اس پہلو کو پیش کیا ہے۔ اس روایت کو بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

" میاں اللہ یار کا ڈیرہ کسی روایتی زمیندار کا ڈیرہ نہیں تھا۔ جہاں لال پایوں والے پلنگ بچھے ہوں اور سر کے مونڈھوں پر پگڑیاں لپیٹے جیالے زمیندار بیٹھے اپنی اپنی معشوقاؤں اور شکار میں مارے گئے جانوروں کا ذکر کرتے ہوں۔ بلکہ یہ ایک ایسا ڈیرہ تھا جس کے اکبری احاطہ دیوار تک کچا صحن، جس میں جگہ جگہ مرغیوں کی بیٹوں اور سبزی کے چھلکوں کی گلکاری تھی۔"6

دیہی زندگی میں تعلیم کی کمی دیکھنے کو ملتی ہے۔ تعلیم کی کمی کے نقصانات کو آمنہ مفتی نے اپنے ناول "پانی مر رہا ہے" میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جن میں پیری مریدی کی طرف دیہاتیوں کا رجحان شہریوں کی نسبت زیادہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ دیہاتوں میں لوگ اپنے پیروں کے مزاروں پر حاضری دینا اپنے اوپر فرض سمجھتے ہیں، اس کے علاوہ پیروں کا سالانہ عرس بھی منایا جاتا ہے اور کئی طرح کی نیاز بھی بانٹی جاتی ہے۔ دیہی خواتین اپنے گھروں میں ہر جمعرات کو نیاز بناتی ہیں۔ یہاں کی عورتیں سالانہ عرس کی تیاریوں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیتی ہیں۔ آمنہ مفتی نے دیہی خواتین کی عقیدت مندی اپنے ناول "پانی مر رہا ہے" میں پیش کیا ہے:

"شاماں نے آج بڑے پیر کی نیاز دلوائی تھی۔ صبح سے نیاز پکانے اور برتانے میں اتنی مصروف تھی کہ مینا کب گیا اور کب آیا اسے علم نہ ہو سکا۔"7

دیہاتیوں کے خوش عقیدہ ہونے کے حوالے سے مصنفہ اپنے ناول میں لکھتی ہیں:

" یہ دیہاتی اتنے خوش عقیدہ ہوتے ہیں کہ اگر کہیں چھ ٹانگوں والا بچھڑا پیدا ہو جاتا تھا تو اسے قیامت کی نشانی سمجھ لیتے تھے۔"8

آمنہ مفتی اپنے ناول "پانی مر رہا ہے" میں دیہاتوں میں آنے والے سیلاب، زلزلے اور دیگر قدرتی آفات سے پیدا ہونے والے سنگین مسائل کی نشاندہی بھی کرتی ہیں۔ موسمیاتی تبدیلیوں سے آنے والے سیلاب اور زلزلوں کی وجہ سے دیہاتوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ ان آفات کے چلتے معصوم دیہاتیوں کے گھر، مال مویشی، قیمتی جانیں ہر سال ضائع ہو جاتی ہیں۔ لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے محفوظ مقامات کی طرف ہجرت کر جاتے ہیں اور گاؤں کے گاؤں ویران ہو جاتے ہیں۔

اس المناکی کا نقشہ کھینچتے ہوئے آمنہ مفتی اپنے ناول "پانی پر رہا ہے" میں لکھتی ہیں:

"نہ وہاں ڈیرہ رہا تھا اور نہ ہی گاؤں۔ اس زبردست زلزلے سے بڑی نہر میں شگاف پڑا تھا اور پورا گاؤں زلزلے اور سیلاب سے نابود ہو گیا تھا۔ کوئی ایک فرد بھی نہیں بچا تھا۔"9

اختر رضا سلیمی:

اختر رضا سلیمی بطور شاعر اور نثر نگار اردو ادب میں خاص پہچان رکھتے ہیں۔ جدید نثر نگاروں میں اختر رضا سلیمی کا نام خاص شہرت کا حامل ہے۔ نثر نگاری کے حوالے سے اب تک ان کے دو ناول شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں " جاگے ہیں خواب میں ا ور جندر " شامل ہیں۔ ناول " جاگے ہیں خواب میں " ان کا پہلا ناول ہے۔ جو 2015ء میں شائع ہوا۔ کہانی اور بیان کے حوالے سے یہ ناول ان کا شاہکار معلوم ہوتا ہے۔ اردو ادب کے مشہور و معروف مصنف "مستنصر حسین تارڑ ناول " جاگے ہیں خواب میں " پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اختر رضا سلیمی کا ناول " جاگے ہیں خواب میں "ناول نگاری کے فن میں ایک حیرت انگیز جست ہے۔ یہ اردو ناول نگاری کا وہ خواب ہے جسے ہم ایک مدت سے دیکھ رہے تھے۔ ہمیں اس کی آمد پر کھڑے ہو کر استقبال کرنا چاہیے۔"10

اختر رضا سلیمی نے "جاگے ہیں خواب میں" میں خواب اور اجتماعی لاشعور کو اپنا موضوع بنایا ہے اور اس تناظر میں وقت کی تقسیم کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ ناول صدیوں پر پھیلا ہوا ہے اور اس میں اختر رضا سلیمی نے کمال مہارت سے طبعیات، مابعد طبعیات، نفسیات، تاریخ اور فلسفہ جیسے پہلوؤں کو باریک بینی سے پیش کیا ہے۔ محمد سلیم الرحمان لکھتے ہیں:

"ماضی، حال اور مستقبل کو باہم پرو کر ناول بنایا گیا ہے۔ 11

ناول میں ماضی، حال اور مستقبل کو موضوع بناتے ہوئے مصنف نے پہاڑی علاقے کی دیہی زندگی کو خصوصیت سے پیش کیا ہے۔ اختر رضا سلیمی نے ان علاقوں میں رہنے والے پہاڑی لوگوں کی زندگی کی مشکلات کو بیان کیا ہے۔ پہاڑی علاقوں میں علاج کی بنیادی سہولیات کا فقدان دیکھنے کو ملتا ہے۔ جب کوئی بیمار ہو جائے تو لوگ روایتی ٹوٹکوں اور دیسی جڑی بوٹیوں سے علاج کیا جاتا ہے۔ بروقت طبی علاج نہ ہونے کی وجہ سے مریض کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہیں۔ اختر رضا سلیمی ناول میں لکھتے ہیں:

"وہ گزشتہ کئی دنوں سے بیمار تھا۔ اس دوران میں اسے ہر روز تر، جل، ککڑ، اور سنبل وغیرہ کے کاڑھے اور بنفشے اور کالے پودینے کے قہوے دیئے جاتے رہے۔ لیکن افاقے کی بجائے اس کی طبیعت روز بروز بگڑتی چلی گئی "12

اختر رضا سلیمی پہاڑی علاقوں سے گہری واقفیت رکھتے ہیں، ان کے مسائل و مشکلات کا ان کو قریبی تجربہ حاصل ہے۔ یہاں کی دیہی زندگی کے حوالے سے ان کا مطالعہ و مشاہدہ بہت گہرا اور عمیق ہے۔ اس مشاہدے کے چلتے دیہی علاقوں میں عورتوں کی توہم پرستی کا ذکر اپنے ناول میں کرتے ہیں۔ عورتیں خاص طور پر توہم پرستی پر یقین رکھتی ہیں۔ ناول میں لکھتے ہیں:

"بہن میں تو پرسوں سے ہی سمجھ گئی تھی کہ لالہ جی اب نہیں بچیں گے، جیسے ہی مغرب کی اذان بلند ہوئی تھی گیدڑوں نے نحوس آواز میں چلانا شروع کر دیا تھا۔۔۔"13

دیہی علاقوں میں سردی کی شدت بہت زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ یہاں کی کھلی آب و ہوا اور کشادہ زمیں ہے۔ سردیوں میں گاؤں کے لوگوں کے معاملات زندگی میں تبدیلی آجاتی ہے۔ شام ہوتے ہی گھروں میں آلاؤں جلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ خاندان کے سب افراد الاؤں کے گرد اکھٹے ہو کر گرم ماحول سے سردی کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مصنف نے اپنے ناول "جاگے ہیں خواب میں" گاؤں کی اس روایت کا ذکر کیا ہے:

"شام ہوتے ہی مکانوں کے آلاؤں جلنا شروع ہو جاتے ہیں اور خاندان ک تمام افراد اس کے گرد چادریں اور کمبل لپیٹ کر بیٹھ جاتے ہیں۔"14ؔ

خاندان کے افراد کا آپس میں مل جل کر بیٹھنا محبت اور سلوک کو جنم دیتا ہے۔ مصنف نے گاؤں کے بزرگوں کی بیٹھکوں کو بھی خاص اہمیت دی ہے۔ناول " جاگے ہیں خواب میں " اس رواج کا بھی ذکر کیا ہے۔ پہاڑی علاقوں می خاص ثقافتی میلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔لوگ اپنے علاقائی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔ یہ میلے یہاں کی تہذیب کی خصوصی نمائندگی کرتے ہیں۔ اختر رضا سلیمی ان میلوں کے بارے تفصیل سے بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہر سال سات دسمبر کو نور آباد کے عقبی میدان میں ایک میلہ سجتا تھا جس میں کھیلوں، خاص کر کبڈی، گھڑ دوڑ، مرغوں اور کتوں کی لڑائی کے مقابلے ہوتے چوں کہ اس میلے کا آغاز عزیز خان کے دادا سردار کاظم خان نے تقریباً ایک صدی قبل کیا تھا۔ اس لیے ہر سال اس میلے کا افتتاح سردار جی سے کرایا جاتا جس کے لیے بطور خاص نور آباد آتے۔"15ؔ

اختر رضا سلیمی ک ناول " جاگے ہیں خواب میں " دیہی زندگی ایک انوکھی اور پر اثر تصویر پیش کی گئی ہے۔ مصنف نے دیہات کے کھیت کھلیان کچے پکے گھر، مٹی کی خوشبو، میلوں ٹھیلوں اور قدرتی مناظر کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

جندر:

جندر اختر رضا سلیمی کا دوسرا ناول ہے جو 2018ء میں شائع ہوا۔ناول میں اختر رضا سلیمی نے مقامی تہذیب و تمدن کی مٹتی ہوئی اقدار کا نوحہ پیش کیا ہے۔ اس ناول می مصنف نے جندر اور جندروئی کو علامت کے طور پر استعمال کرتے ہوئے جدید اور قدیم تہذیب کے درمیان فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ناول جندر کی کہانی ناول کے مرکزی کردار "ولی خان" اور اس کے جندر کے گرد گھومتی ہے۔ جس نے اس جندر میں آنکھ کھولی اور اب اسی مقام پر وہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں گنتے ہوئے موت کا انتظار کر رہا ہے۔ ڈاکٹر شاہد نواز "جندر" کی کہانی کے متعلق لکھتے ہیں:

" جندر المیاتی رنگ میں ڈوبا ہوا ایسا ناول ہے جس نے مٹتی ہوئی مقامیت کو دل آویز بنا کر پیش کیا ہے۔۔۔ جندر روئی دراصل اس مقامیت کی آخری نشانیوں میں سے ایک ہے، جو مٹنے کے قریب ہے۔ اس ناول میں مٹتی ہوئی مقامیت کو نہایت دل آویز شکل میں پیش کیا گیا ہے۔"16؎

محمد حمید شاہد لکھتے ہیں:

" جندر میرا دوسرا پسندیدہ ناول ہے۔ یہ اپنی نوع کا ایک بلکل منفرد ناول ہے جس میں زندگی اپنی پوری تہ داری کے ساتھ جلوہ گر ہے۔"17؎

اختر رضا سلیمی نے اپنے ناول " جندر" میں گاؤں کی سادہ زندگی کو پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک گاؤں کے لوگ زیادہ تر سادگی پسند ہوتے ہیں۔ یہاں کے لوگ نمود و نمائش کے عادی نہیں ہوتے۔ ان کے پاس روزگار کے زیادہ وسائل نہیں ہوتے اس لیے یہ لوگ دستکاری، کھیتی باڑی اور غلہ بانی جیسے پیشہ سے منسلک ہوتے ہیں۔ کھیتی باڑی پر ان کی زندگی کا گزر بسر ہوتا ہے۔ کسان اپنی زمین سے بہت زیادہ وفادار ہوتا ہے۔ ناول میں لکھتے ہیں:

" ان دنوں می گاؤں والوں میں اکثر کی گزراوقات کا واحد ذریعہ کھیتی باڑی ہوتا تھا۔۔۔ خود میرا باپ بھی، جس کی زمین نہ ہونے ک برابر تھی اور اس کے معاش کا تمام انحصار اس جندر کے گھومتے پاؤں پر تھا۔ سال میں دو دفعہ زمین بیچتا تھا۔"18؎

گندم کی کٹائی کا موسم دیہاتوں میں خوشیوں کا موسم ہوتا ہے۔ پورے گاؤں میں تہوار کا ماحول بن جاتا ہے۔ گاؤں کے سب افراد مل جل کر گندم کی کٹائی میں حصہ لیتے ہیں۔ عورتیں کھیت میں کام کرنے والے مردوں کے لیے کھانا بنا کر لے جاتی ہیں۔ گاؤں کے بچوں کو یہ ماحول ایک الگ خوشی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ گندم کی کٹائی گاؤں والوں کے لیے تفریحی مقام بن جاتا ہے۔ اختر رضا سلیمی ناول " جندر" میں اس ماحول کی خوبصورت تصویریں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" فصلوں، خاص کر گندم اور گاہی کے دنوں میں وہ لوگ جو شہر میں نوکری یا کروبار کر رہے ہوتے راتوں رات گاؤں آجاتے۔۔۔ مکئی کی کٹائی ک بعد گاؤں کی عورتیں مل کر اسے چھیلتیں اور پھر مرد، راتوں کو بھاری سوٹے لے کر اسے کوٹتے اور ان ک دانے علیحدہ کرتے شاید یہی وہ مجبوریاں تھیں جو لوگوں کو ایک دوسرے سے جڑے رہنے اور محبت کرنے پر اکساتی تھیں۔"19؎

دیہاتوں میں لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اختر رضا سلیمی نے "جندر" میں ان مسائل پر خاص توجہ دلائی ہے۔ لڑکیوں کے لیے علیحدہ تعلیمی ادارے نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ جو سکولز موجود ہو ان میں بھی اساتذہ کی کمی دیکھنے کو ملتی ہے۔ مصنف اس حوالے سے "جندر" میں لکھتے ہیں:

"لڑکیوں کا سکول ان دنوں صرف بڑے قصبے میں تھا جو سات میل دور تھا۔ قریبی گاؤں میں صرف لڑکیوں کا ہائی سکو ل تھا اور لوگ مخلوط تعلیم کے حق میں نہیں تھے۔"20

دیہاتوں میں علم حاصل کرنے کی خواہش رکھنے والے افراد کے لیے بھی مشکلات کی کمی نہیں۔ ان علاقوں میں کتب کی عدم فراہمی پائی جاتی ہے۔ ناول "جندر" کے مرکزی کردار "ولی خاں" جس کو پڑھنے کا بے حد شوق تھا لیکن اس کا شوق گاؤں میں موجود کتابوں کی واحد ایک دوکان سے پورا نہیں ہو پاتا تھا۔ کتابوں کے حصول کے لیے اسے دور دراز کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ ان مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے اختر رضا سلیمی نے ناول میں لکھا ہے:

"ان دنوں ہمارے قصبے میں کتابوں کی ایک ہی دوکان تھی۔ اس کے ہاں ہماری ضروریات اور دلچسپی کی کتابیں تو ایک حد تک دستیاب تھیں لیکن ان میں تراجم نہ ہونے کے برابر تھے۔ شروع شروع میں کتابیں خریدنے مجھے پنڈی جانا پڑتا تھا"21

دیہی زندگی ک مسائل و سہولیات، رشتوں کی باہمی محبت اور خوبصوت دیہی معاشرت کے بیان کے حوالے سے "جندر" اختر رضا سلیمی کا ایک کامیاب ناول ہے۔

حوالہ جات

1۔ آمنہ مفتی، جرات رندانہ، (پیش لفظ)، لاہور، الفصیل ناشران، 2015

2۔ ایضا، ص:29

3۔ ایضا، ص:101

:4۔ ایضا، ص:102

5: www. Humsub.com/ gulamhussainsajjad

6۔ آمنہ مفتی، پانی مر رہا ہے، لاہور، الفصیل ناشران، 2020، ص:3

7۔ ایضاً، ص:20

8۔ ایضاً، ص:24

9۔ ایضاً، ص:185

10۔ اختر رضا سلیمی، سہ ماہی ادبیات، اسلام آباد، شمارہ نمبر122، جنوری تا جون 2020ء

11۔ محمد سلیم الرحمان، معاصرین کی آرا، مشمولہ اجتمعی لاشعور اور اختر رضا سلیمی، سہ ماہی ادبیات، اسلام آباد، شمارہ نمبر122، جنوری تا جون، 2020ء

12۔ اختر رضا سلیمی، جاگے ہیں خواب میں، راولپنڈی، رمیل ہاؤس آگ پبلی کیشنز، 2015، ص:23

13۔ ایضاً، ص:29

14۔ ایضاً، ص:109

15۔ ایضاً، ص:112

16: شاہد نواز، ڈاکٹر، اکیسویں صدی کے اردو ناولوں میں مقامیت کی دل آویز تشکیل، مشمولہ سہ ماہی ادبیات اسلام آباد، شمارہ نمبر 123،124، جنوری تا جون، 2020ء

17۔ محمد حمید شاہد، گزشتہ چند برس اور اردو ناول، مشمولہ سہ ماہی ادبیات اسلام آباد، محولا بالا

18۔ اختر رضا سلیمی، جندر، راولپنڈی، رمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، 2018ء، ص:11

19۔ ایضاً، ص:57

20۔ ایضاً، ص:86

21۔ ایضاً، ص:46

1 Amna Mufti, **Jurat-e-Rindana** (Pesh Lafz), Lahore: Al-Faisal Nashiran, 2015ء
2. As above, p. 29
3. As above, p. 101
4. As above, p. 102
5. www.humsub.com.pk/gulamhussainsajjad
6. Amna Mufti, **Paani Mar Raha Hai**, Lahore: Al-Faisal Nashiran, 2020ء, p. 3
7. As above, p. 20
8. As above, p. 24
9. As above, p. 185

10. Akhtar Raza Saleemi, *Seh Mahi Adabyat*, Islamabad, Shumarah No. 122, January ta June 2020ء
11. Muhammad Salim-ur-Rehman, "Moasireen Ki Aara", Mishmoolah *Ijtamai Lashoor Aur Akhtar Raza Saleemi*, *Seh Mahi Adabyat*, Islamabad, Shumarah No. 122, January ta June 2020ء
12. Akhtar Raza Saleemi, **Jaage Hain Khwab Mein**, Rawalpindi: Rameel House Of Publications, 2015ء, p. 23
13. As above, p. 29
14. As above, p. 109
15. As above, p. 112
16. Shahid Nawaz, Dr., "Ikkeesween Sadi Ke Urdu Navlon Mein Maqamyat Ki Dil-Aweez Tashkeel", Mishmoolah *Seh Mahi Adabyat*, Islamabad, Shumarah No. 123-124, January ta June 2020ء
17. Muhammad Hameed Shahid, "Guzashtah Chand Bars Aur Urdu Navl", Mishmoolah *Seh Mahi Adabyat*, Islamabad, (As above)
18. Akhtar Raza Saleemi, **Jandar**, Rawalpindi: Rameel House of Publications, 2018ء, p. 11
19. As above, p. 57
20. As above, p. 86
21. As above, p. 46